

## چھوٹے صندھگر

”ارے ابھی تک تمہارے دانت کی تکلیف ٹھیک نہیں ہوئی۔“ ماریہ کو تعجب تھا۔  
”نہیں کہاں ٹھیک ہوئی اور آج تو درد کچھ زیادہ ہی ہو رہا ہے۔“ اذیت مدد کے لیے سے ظاہر تھی۔  
”ڈاکٹر کیا کر رہا ہے۔“

”کون سا ڈاکٹر ابھی میں نے کسی ڈاکٹر کو دکھایا کہاں ہے۔“

”شاباش ہے تم پر ایک ہفتے سے لذت میں ہو اور ڈاکٹر کے پاس بھی نہیں گئیں۔“

”کیا کروں فرصت ملے تو اپنی طرف بھی دیکھوں۔“  
”فرصت ملے کیا مطلب تم کوئی آفس دفتر جاتی ہو گھر کے کاموں کو مینج کر اس طرح تو بھی فرصت نہیں ملے گی۔“

”وہ دراصل جس دن یہ دانت کی تکلیف شروع ہوئی ہے اس دن فارم (چھوٹی بسن) کا کینڈا سے فون آ گیا کہ کوئی صاحب کینڈا جا رہی ہیں تو پھر روزانہ بازار کے چکر لگ رہے ہیں دن کم تھے اور کام بہت پہلے کپڑے خرید کر لائی تم جانتی ہو فارم کتنی چوڑی ہے پھر ان کی پیچنگ کی چیزیں لائی ایک سوٹ کام بنوانے دیا وہاں شاید کوئی شادی ہے باقی کے لیے بلیس ڈھونڈیں اور اب درزی کے چکر لگ رہے ہیں۔ اب وہ جانے والی ہیں کام ابھی باقی ہے ایسے میں تم خود سوچو کہ ڈاکٹر کے پاس دو گھنٹے ضائع کرنے کی فرصت کہاں ہے۔“

”تم حد کر رہی ہو ڈاکٹر کے پاس جانا وقت ضائع کرنا نہیں ہوتا کہ ایسا کرنا مجبوری ہوتا ہے اور محترمہ اگر آپ کو یاد نہیں تو یاد دلا دوں کہ یہ تم زیادتی کر رہی ہو خود

اپنے ساتھ انسان کے خود پر بھی کچھ حقوق ہوتے ہیں۔  
بہنوں کے فرمائش پر گرام تو چلتے ہی رہتے ہیں۔  
کوئی آ رہی ہے تو کوئی جا رہی ہے۔ کوئی آفس کے جگڑوں میں ابھی ہے تو کوئی سسرال کے بکھیرے سنبھالے بیٹھی ہے۔“ ماریہ ہمیشہ کی منہ پھٹ گئی پھر بچپن کی دوست وانی اتنا کچھ مدد کو کہہ سکتی تھی جو دل میں ہوتا وہ فوراً زبان پر لے آتی یہ کہہ سکتی تھی۔

”ماریہ تم تو سوچتی بھی باتوں کا بند ہو۔“

مگر اس وقت مدد نے کمزور سا احتجاج کیا ”نہیں نہیں تمہاری آپزرویشن بالکل درست نہیں سب ہی ایک دوسرے کے کام آتے رہتے ہیں کوئی آئینے میں دیکھتا ہے تو کوئی آ رہی میں۔“

”تم مانو یا نا مانو یہ بات ملے ہے کہ تمہاری بہنوں نے تم پر بہت زیادہ نگہ کیا ہوا ہے یہ بات خود ان کے لیے بھی مناسب نہیں سوچو آخر تم کب تک اس طرح کوئی خود تمہاری اپنی بھی مصروفیات ہیں ہر وقت کا تو آنا جانا لگا ہی رہتا ہے۔ جتنے لگو تو شاید کسی کے لیے بھی قابل قبول نہیں ہو گا پھر شکایتیں ہوں گی دیکھ لیتا پھر تمہارا خود چھوٹے بچوں کا ساتھ ہے اس پر تمہاری زیر دست پبلک ریلیشننگ کس کس طرف دیکھو گی۔“

”ارے مجھے سب ہو ہی جاتا ہے۔“

”ہو جاتا ضرور ہے مگر اس میں تمہاری ذات بری طرح نظر انداز ہو رہی ہے اور یہ ناقابل معافی جرم ہے۔“

”چلو اچھا نصیحت خان کچھ کہانی لو اور منہ بند کرو“ اس نے ٹرائل ماریہ کے آگے ٹھینکتے ہوئے کہا اور موضوع تبدیل ہو گیا۔

یہ حقیقت تھی جس سے آنکھیں چرا آسان نہیں تھا یہ چھ بہنوں میں درمیانی بسن تھی دو بہنیں بڑی تھیں اور تین چھوٹی عمر وہ بڑی بسن سے لے کر چھوٹی تک کے مفادات کی نہ جانے کیسے خود خود نگران بن گئی تھی میاں خیال رکھنے والے تھے جب چاہتی

جہاں چاہتی آتی جاتی کوئی پوچھ کچھ نہیں تھی مدد یہیے کی طرف سے بھی اطمینان تھا اور خدا نے دل بھی دیا تھا کہ یہ آخری چیز بہت مشکل سے ملتی ہے۔ پسند اچھی تھی بڑی دونوں بہنیں جاب کرتی تھیں نیمہ ایک کلیننگ کمپنی میں تھی راج نو سے شام سات بجے تک دفتر میں ہوتی تھی اس کے بعد ٹائیپ ایک مایا پی او اے میں تھی اس کو بھی انٹریٹ سیفنگ کرنی پڑتی تھی اس کے بعد مدد خود تھی۔ اس کے بعد فارم جو کینڈا میں تھی اور وہ بھی جاب کرتی تھی وہ ڈاکٹر تھی اس کے بعد ماریہ کا نمبر تھا وہ بیس کراچی میں تھی مگر ایک بڑی اور مشکل سسرال کے بکھیروں میں بری طرح اچھی ہوئی تھی سب سے چھوٹی نصیحت تھی جو سعودی

عرب میں تھی اور وہ بھی وہاں جاب کرتی تھی۔  
مدد کی شروع سے عادت تھی جب بھی بازار جانے لگتی بڑی دونوں بہنوں کو فون کر کے پوچھ لیتی کچھ مشکوٹا تو نہیں ہے۔ دونوں بہنیں اپنی اپنی ضرورت بتا دیا کرتیں۔ دیکھا دیکھی ان کے بچوں نے بھی ڈائریکٹ فرمائش شروع کر دی۔ دونوں چھوٹی بہنیں جو باہر تھیں ان کی لسٹ ویسے ہی تیار رہتی تھی ہر آنے جانے والے کے ہاتھ وہ ہنسی خوشی یہ سب کرتی تھی کوئی مجبوری نہیں تھی اسے خوشی ہوتی تھی جب تعریفیں سننے لگتی۔

”بجو فلاں سوٹ تو بہت ہی اچھا تھا یہاں سب پسند کر رہے ہیں۔ فلاں کی کڑھائی بہت اچھی ہے سب





پوچھ رہے ہیں کہاں سے بنوایا۔" وہ خوش ہو جاتی کہ سب خوش ہیں ایسا نہیں تھا کہ سب اپنے خربے اس سے پورے کروائی تھیں۔ بہنیں ہر ہر چیز کے پیسے دینے کی کوشش کرتی تھیں مگر پیسے کا مسئلہ نہیں تھا وہ خود بھی خوشحال تھی میاں پیسوں کو ہاتھ کا میل سمجھتے تھے کبھی حساب کتاب نہیں لیتے تھے وہ خود ہی بہنوں کے اسرار پر جو جو یاد آتا لکھ لیتی تھی مگر سب کچھ یاد رکھنا لکھنا اور انکنا آسان نہیں تھا مگر پھر بھی جو خرچ کیا ہو تامل جاتا تھا اور اس کی جیب پر زیادہ زور نہیں پڑتا تھا۔

آج کل وہ ایک عجیب تکلیف میں مبتلا تھی اس کے ہاتھوں کے ناخن باری باری پک رہے تھے۔ انگلیوں سے لمبیں اٹھتی رہتی تھیں اور گھر کے کام کرنے اور کروانے مشکل ہوتے جا رہے تھے مگر کاموں کا انبار ہوتا تھا جو ختم ہونے کا نام ہی نہ لیتا تھا میاں ویسے بھی کھانے اور کھلانے کے شوقین تھے۔ نہیں نہیں کر کے بھی کچھ نہ کچھ اہتمام ہوتا ہی رہتا دوسری طرف چھوٹی بہن کی دوست سعودی عرب جانے والی تھی اس کو کھانے پر بلانے کے لیے بھی بہن نے تاکید کی تھی۔ مگر اب سب کچھ منہج کرنا مشکل لگ رہا تھا ہاتھ میں تکلیف الگ تھی اب تو سر میں بھی مسلسل درد رہنے لگا تھا آخر گھر میں سب کہاں تک دیکھتے بچے بھی چرنے لگے تھے۔

"مما یہ آپ روز روز بازار کیوں چلی جاتی ہیں جبکہ آپ کی طبیعت اتنی خراب ہے۔"

اور تو اور میاں بھی ناراض ہونے لگے تو اسے ڈاکٹر کے پاس جانے کا سوچنا پڑا ڈاکٹر نے بی زیادہ بتایا پھر ہنس کر کہنے لگا۔

"آرام بھی کیا کیجئے اور لٹیشن نہ لیا کیجئے۔"

"یہ ٹیشن چھوڑ دیں نا ممکن یہ تو ڈھونڈ ڈھانڈ کر اور اور سے ٹیشن جمع کر لی ہیں۔" میاں نے بھی ہنس کر کہا مگر وہ کوشش کے باوجود ہنس نہیں سکی۔

"ٹینشن دیکھا ہے تم نے کبھی میں منع نہیں کرنا مگر خود کو بھی دو چار منٹ سوے دیا کرو۔" واپسی پر ان کا موڈ خراب تھا۔

"یہ گھر کے دھندے چھوڑیں بھی۔" وہ مسکراتے لگی۔

"گھر کے دھندے تو شاید تمہیں کبھی پل "پل چھوڑ دیں مگر یہ جو تم نے سب کی پریشانیوں کو ڈھکی چھپی اس ٹیشن کو کم کرو۔"

"جی اچھا" اس نے سعادت مندی سے گردن ہلا دی اور چارہ گاری کیا تھا۔

یہ حقیقت تھی اور حقیقت کا اعتراف کرتے ہی بہن پڑتی ہے دراصل یہ چھوٹی موٹی پریشانیوں وہ زندگی کا حصہ سمجھتی تھی زندگی سب کے کام آ رہی تھی یہ بہت اچھا تھا وہ سب کے لیے خیر ہی بن جانا چاہتی تھی وہ چاہتی تھی کہ وہ نہ نہت چمن بن جائے اور اس کے وجود کی روشنی سے سب ہی فیض حاصل کریں۔ سب خوش ہیں اس کے جینے کو یہ اطمینان ہی کافی تھا۔

دودھ ہلکی آنچ پر چولے پر چڑھا کر وہ بچوں کے لیے لچ کی تیاری میں لگی کہ اوپر بچوں کی دین نے ہارن دیا اوپر فون کی بیل بجی اس نے جلدی سے دروازہ کھولا اور بڑھ کر فون اٹھایا۔

"خیریت اتنی دیر میں فون اٹھایا۔"

"جی ہاں وہ بچے آگے ہیں نا۔"

"اچھا اچھا وہ میں نے اس لیے فون کیا کہ آج کھانے پر کچھ مہمان ہوں گے۔"

"خیریت کون آ رہا ہے صبح تک تو کوئی پروگرام نہیں تھا۔" اس نے پوچھا۔

"ہاں پروگرام نہیں تھا اب بن گیا ہے۔" میاں کا لہجہ خود بخود سخت ہو گیا۔

"نہیں میرا مطلب تھا کہ۔"

"چلو جو بھی مطلب ہو کوئی بات نہیں۔" انہوں نے سخاوت دکھائی "زیادہ اہتمام مت کرنا بس یہ لوگ تمہارے ہاتھ کے کوفتے کڑھائی سلوہ پلاؤ اور گاجر کا حلوہ کھانا چاہتے ہیں فرمائش تو بہت ہیں مگر میں نے منع کر دیا کہ میری بیوی بیمار ہے آج کل یہی بہت ہے ٹھیک سے نا۔"

"جی ٹھیک ہے۔" جب باقاعدہ مینوسیت ہوئی چکا تھا تو وہ کیا بولتی۔

بچے اسکول سے آگئے تھے پہلے ان کا لچ ضروری تھا اور دو دنوں بیٹوں کو تو وہ خود اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتی تھی اس کے کھائے بغیر کھاتے ہی کہاں تھے شکر تھا بیٹی خود کھا لیتی تھی۔ جلدی جلدی فریزر سے گوشت نکالا۔ کھیر کا دودھ جو ہلکی آنچ پر رکھا تھا ذرا سا چلا کر دوبارہ ہلکی آنچ پر چڑھا دیا۔ پانی کام بچوں کے کھانے کے بعد۔ وہ یہ سوچتی ہوئی بچوں سے آئی کہ ذرا بچوں کو دیکھے کہ انہوں نے ہاتھ لیا کچھ کیا یا نہیں تب ہی فون کی بیل نے اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کی اس نے سوچا آیا کافون ہو گا یہ ان کا تقریباً معمول ہی تھا۔

بڑی بہن کا مسئلہ بھی عجیب ہی تھا وہ جب بھی ضرورت ہوتی فون پر تیار ہوتیں۔ بظاہر ان کی مجبوری بھی تھی آٹھ آٹھ بجے آفس سے آتا مگر سوچنے کی بات یہ تھی کہ اگر وہ نہ ہوتی یا اس طرح کی اس کی پیچیدہ ہوتی تو پھر ان کا کاروبار حیات کیسے چلا کر وہ جو کہتے ہیں نہ کہ جب کوئی لائسنس سائنے ہوتی ہے تو آدمی لو کھڑا یا نہیں بڑھ کر لائسنس تمام لیتا ہے وہ لائسنس ہی تو بی ہوئی تھی ان کی زندگی کے لیے۔

"مگر کل آفس میں ڈر ہے اور بالکل سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا پنوں۔" فون پر آیا ہی تھیں۔

"اے کوئی سا بھی سوٹ پن بیچے گا کوئی آپ کے پاس کی ہے سوٹوں کی۔"

"ہاں یہ تو ہے مگر تمام دوست کہہ رہی ہیں ساری باندھنے کو۔"

"تو پھر کیا مسئلہ ہے ساری ہی باندھ لیجئے گا۔"

"مگر اب مجھے پلاؤز کون سا آئے گا یہ بھی تو سوچو کب سے کوئی ساری نرائی نہیں کی۔"

"ہاں یہ تو ہے پھر؟"

"ایسا کرو تم بیچنگ پلاؤز لاؤ۔" انہوں نے فرمائش کر دی۔

"وہ کیا ہے کہ آج میں بہت زیادہ مصروف ہوں۔ انہوں نے اچانک ہی دوستوں کی دعوت کر لی ہے پھر مجھے خالدہ کے لیے کھیر رکھنی ہے۔"

"خالدہ کون؟" آپا حیرانی سے پوچھ رہی تھیں۔

"مسز منیر جو میرے بڑوس میں رہتی ہیں۔"

"ہاں تم نے ان کی ذمہ داری بھی لے لی حد ہو گئی اپنے کام کر تھے۔" آپا ناراض ہونے لگیں "کوئی بات نہیں تم رہنے دو میں کچھ اور پن لوں گی۔" آپا کا لہجہ بچھ سا گیا تھا۔

وہ اس اثناء میں دماغ میں وقت کا حساب لگاتی رہی۔

"چلیں آپا بس دیکھتی ہوں کون سی ساری کا لاؤں۔"

"گھر سے ساریاں منگوا لو۔ کاسنی والی یا پھر فیوڈی پرنٹڈ جو میں دینی سے لائی تھی یا پھر آسانی پلاؤز دیکھ لیتا شفون کی ساری ہے مگر میں کا کڑ ہے اچھی لگے گی۔" آپا کا گھر قریب ہی تھا۔ اس لیے اس نے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے میں تینوں ساریاں منگوا لیتی ہوں جو پلاؤز ملاؤ لے آؤں گی ٹھیک ہے۔"

"ٹھیک ہے خدا حافظ۔"

آپا سے اسے محبت بھی تو بہت تھی وہ سب بھائی بہنوں میں بڑی تھیں اور سب سے قریب۔

دعوت بہت اچھی رہی میاں کے دوستوں نے بہت تعریف کی کسی کو کوفتے اچھے لگے تو کسی کو کڑھائی اور کوئی اس کے بنائے ہوئے پھونچے پھونچے رس گلوں کو سراہا تھا۔

میاں بہت خوش تھے۔

"تم نے کمال ہی کر دیا اتنی جلدی اتنی ساری چیزیں تیار کیں اور۔" اتنی مزیدار۔ "ان کے لہجے میں ایک عجیب سا لہجہ تھا جس سے اس کا دل خوشی سے بھر گیا یہی تو صلہ ہے اس کو تو انعام کہتے ہیں صبح ہی آپا نے آفس پہنچنے فون کیا۔

"زبردست بیچنگ لائی ہو تم دل خوش ہو گیا اور ہاں بھی بچوں نے پلاؤ بہت پسند کیا اور تمہارے اشتہام بھائی کو رس لگے بہت پسند آئے۔"

اس نے خود بخود ڈاکھانا بھی آپا کے گھر بھجوا دیا تھا اب یہ تو ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ وہ کچھ اچھا بنائے اور آپا کے گھر نہ بھجوائے۔ قریب ہی تو گھر تھا ان کا بچے سارا وقت آتے جاتے رہتے تھے۔

دل مزید خوش ہوا حالانکہ کل کی تھکن جسم کے



ساتھ ساتھ اعصاب کو بھی ہلکا سا کر گئی تھی کہ اتنی ڈھیر ساری ذمہ داریوں سے بیک وقت عمدہ برا ہونا کوئی ایسا آسان بھی نہیں تھا۔

پھر جب وہ بچوں کو لینے دوپہر میں دروازے تک گئی تو خالدہ سامنے کھڑی تھی۔

”مزا آگیا ہمارا بھی۔ سب نے میری اتنی تعریفیں کیں کہ کیا بتاؤں۔ یہ بتائیں آپ کھیر میں ڈالتی کیا ہیں۔“

مدیر بننے لگی ”کیا بتاؤں۔“

”پھر بھی“ خالدہ پوچھنے لگی۔

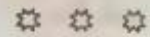
”بس اپنی ہی کا کھانا یاد رکھتی ہوں۔“

”کیا وہ بہت اشناک سے پوچھنے لگی۔“

”ہی کتنی تھیں جب بھی کوئی چیز نکالو اس میں دیگر اجزاء ترکیبی کے ساتھ ساتھ دل بھی ڈالو کہ۔۔۔“

بدلی سے نکلتی ہوئی چیز ڈالتے بھی نہیں رکھتی۔“

”صحیح کرتی تھیں آپ کی امی“ خالدہ نے سچے دل سے اعتراف کیا۔ خالدہ کی تعریف سے اور خوشی تھی۔ محنت تو کرنی پڑتی ہے مگر اس کا صلہ بھی ملتا ہے سب سراہتے ہیں اور لوگوں کی داد و واہ سے اور کچھ ہونہ ہو ڈھیروں انہی مل جاتی ہے۔ اچھا ہے زندگی بونہی چلتی رہے سب کے کام آتی رہے اب اس کے اندر اطمینان ہی اطمینان اتر رہا تھا۔



سب یک نیک پر جا رہے تھے۔ بچے بڑے سب ہی خوش تھے آیا اور آپ نے چھٹی کی ہوئی تھی۔ بچوں کی تو خیر چھٹی تھی ہی اس نے زندگی اپنے میاں کی بھی چھٹی کرائی تھی۔

پھر جب میاں کے ساتھ ساتھ بھائی کے بھی جانے کی اطلاع ملی تو دل اور خوش ہوا۔ اب وہ بڑے اہتمام سے وہاں کے لیے کھانے پینے کا اہتمام کر رہی تھی۔ سب کا خیال کر کر کے چیزیں بنا رہی تھی۔ پھر آپ ہی آپ اس پر جنملا ہٹ طاری ہونے لگی۔

”سب اطمینان سے بیٹھے ہیں کسی کو فکر نہیں چلو میں کھانے کا انتظام کر رہی ہوں تو کوئی پانی چائے وغیرہ“

کافی کچھ کر لے اب پتہ نہیں کور کمال رکھا ہے۔“

وہ آپ ہی آپ بڑبڑا رہی تھی۔

خدا خدا اگر کے کھانے کا انتظام مکمل ہوا اس کی اچھی طرح چیکنگ کر کے وہ اوپر سے کور اتروانے لگی۔ روزانہ ضرورت کی چیزیں چھوڑ کر بڑی دھچھال اور کور وغیرہ اس نے بچن میں اوپر کی الماریوں میں رکھوا دیے تھے۔

”جلدی کریں بھی آپ کی تو ابھی تیاری ہی نہیں ہوئی“ میاں اس کے گلے پکڑے دیکھ کر خفا سے ہو گئے۔

”جی بس جا رہی ہوں یہ کام ختم ہو ہی نہیں رہا ہے۔“

”آپ کے کام تو کبھی ختم نہیں ہوں گے“ ان کا موڈ خراب ہو گیا وہ جلدی جلدی چبچ کر کے آئی تو سامان گاڑی میں رکھا جا رہا تھا۔

”اے دریاں بھی تو رکھو اوس۔“ وہ جلدی اندر دوڑی گاڑی میں آیا۔ آپ اور بچے سب ہی بیٹھے ہوئے تھے۔

”سب چیزیں رکھ لی گئی ہیں نا“ اس نے اندر جھانک کر دیکھا۔

”ہاں بھی بس اب تم بھی آچکو۔ گری سے برا حال ہو رہا ہے ہمارا زرا گاڑی چلے تو کچھ ہوا بھی چلے۔“ کیا نے کہا ”جانے کہاں سے ملال کے بادل گھر گھر کر آئے تھے۔“

صبح سے بچن میں جلدی جلدی کام نمٹاتے ہوئے اسے لگتی گری کا احساس ہو رہا تھا اسے تو گری لگتی بھی بہت تھی۔ خواہ مخواہ میاں کو بھی ناراض کیا اب کسی سے اتنا بھی نہیں ہو رہا کہ کسی اٹھ کر دیکھ لے کہ ضرورت کی سب چیزیں رکھی گئی ہیں یا نہیں۔

”اوں ہوں یہ میں کیا سوچنے لگی ہوں۔“ اس نے اپنی سوچ کی سستوں کو درست کیا ”ایسے تو میں بھی نہیں سوچتی تھی ظاہر ہے سب انتظام میں کر رہی ہوں تو مصروف بھی میں ہوں۔“ اس نے جلدی جلدی ہر طرف لاک چیک کیے تب ہی اس کی نظر کچھپ کی بول پر پڑی اس نے دوڑ کر بول اٹھا لیاس ہی نشو کا ڈبہ

دا تھا وہ بھی اٹھاتی ہوئی وہ باہر کالٹ بند کر کے گاڑی میں آ بیٹھی۔

”تم انتظام کار کی امی بن گئی ہو بالکل“ آپلی بننے لگیں۔ وہ لوگ بچپن سے ایک کمانی سنتے آئے تھے انتظام کار کی امی کی تینوں بہنیں اسے یاد کر کے بننے لگیں۔ سب ہی بننے لگے وہ بھی بس بڑی بھی آپلی کی گڑیا جوان کی گود میں سو رہی تھی روئے ہوئے اٹھ گئی۔ اس نے جلدی سے اپنا پرس ڈھونڈا جس میں بچوں کو بھلانے کی ڈھیروں چیزیں تھری ہوئی تھیں۔

”اوہ میرا پرس کدھر گیا۔ شاید گھر میں ہی رہ گیا۔“

اب کیا ہو گا۔“ وہ پریشان ہوئی۔

”کیوں کیا ہوا“ میاں نے گھر آکر پوچھا۔

”پرس میں تو گھر کی چابیاں تھیں۔“

”یہ تو برا ہوا۔“ اس اتنی دور آچکے تھے کہ پلٹ کر جانا بھی مشکل لگ رہا تھا وہ افسردہ ہو کر بیٹھ گئی۔

”یہی تو مسئلہ ہے آپ کا آپ اپنے اوپر اتنی فکریں سوار کر لیتی ہیں کہ اچھی چھٹی بات یاد رکھنی مشکل ہوئی ہے۔“ وہ مسلسل بڑبڑا رہے تھے۔

اس دن پکنک کافی اچھی رہی سب کو بہت موزا تھا بچے اوپر اوپر سے کھیل کود کرتے تو انہیں کچھ نہ کچھ ضرور چاہیے ہوتا تھا اور مدیر کا انتظام کیا کتنے سب ہی سراہتے رہے مسلسل تعریفوں سے ساری تحسین اتر سی گئی البتہ انفرج کی ساری کسر گرواپسی پر نکلی جب چال کے نہ ہوئے پر اوپر ہم مجا بوی مشکل سے نیند اور تحسین سے بڑھ چلے گئے کو کچھ اچھا کر پیچھے کی دیوار سے اندر کودنے پر راضی کیا اور بچن کا ایک ڈور تو ڈنار ڈنار تپ کہیں جا کر گھر میں تھیں سکے کافی نقصان الگ ہوا اور میاں سے جھاڑ الگ سنی پڑی بچے بھی پریشان ہوئے تب اچانک مدیر کو پہلی مرتبہ احساس ہوا اچھی کار کردگی کی واہ واہ ضرور ہوتی ہے مگر لوگ اسے بھول بھی جلدی جاتے ہیں بعد میں میاں اس کی اس دن کی بھول بار بار یاد دلاتے رہے اور وہ مسلسل شرمسار ہو کر سوچتی رہی غلطی چاہے چھوٹی سی کیوں نہ ہو اس کی معافی آسانی سے نہیں ملتی۔

مصیبت تو یہ تھی کہ اس نے سب کو اپنا عادی بنا دیا

تھاب کو ہر وقت اپنی ہی پڑی رہتی تھی عجیب سی بھاگ دوڑ بھی ہوئی تھی اب کچھ دنوں سے اس کی طبیعت مسلسل گری گری رہنے لگی کسی ڈاکٹر نے آرام کی ہدایت کی تو میاں وہیں بیٹھنے لگے۔

”آرام اور یہ کریں گی ہو ہی نہیں سکتا۔“

”در اصل مسز ندیم آپ کو ٹینشن سے دور رہنا ہے۔“

”اے یہ آپ نے کیا کہہ دیا“ میاں بے تکلفی سے گویا ہوئے چھٹی ڈاکٹر سے ان کی بیشہ سے بے تکلفی رہی تھی۔

”کیوں“ ڈاکٹر نے حیرت سے سراٹھایا۔

”اے یہ بھی یہ تو وہ ہیں کہ اوپر اوپر سے ٹینشن اوپر اوپر لگتی ہیں اگر جو اپنے حالات میں کہیں کسی پاتی ہیں۔“

ڈاکٹر کا تفسیر بھی مذہم کے تفسیر میں شامل تھا۔ مدیر کو میاں کا صاف مذاق اڑانا انداز کھلنے لگا واپسی میں خلاف مزاج میاں سے الجھ پڑیں۔

”آپ نہ موع دیکھتے ہیں نہ وقت ہر کسی کے سامنے مذاق اڑانا شروع کر دیتے ہیں۔“ الجھ سخت اور انداز ناٹوس تھا پہلے تو وہ حیرت سے منہ کھٹکے لگے پھر جو تیوری چڑھی پائی تو اپنی تیوری بھی چڑھا دی وہ بھلا بیوی کے اس انداز کے کہاں عادی تھے۔

”ساری خوش اخلاقی اپنی بہنوں پر لٹانے کے بعد تمہارے پاس بس یہی رویہ تو چاہیے۔“ انہوں نے تیزی سے سامنے والی گاڑی کو اوپر ٹیک کرتے ہوئے کہا۔

دو تین دن تک گھر کی فضا کھینچی کھینچی رہی مدیر پریشان ہوئی شادی کو بارہ سال سے زیادہ عرصہ ہو چلا تھا کبھی ایسا نہیں ہوا اسے معلوم تھا ندیم کا مزاج کچھ تیز ہے مگر خود اس کا مزاج تو سدا سے دھیمای تھا اس لیے مزے سے نبھ رہی تھی اور گھر کی فضا بدلی تو اسے شدت سے احساس ہوا۔

”اتنی محبت اتنی توجہ سے اپنے جسم و جان کی ساری توانائیاں خرچ کر کے بھی کیا ملاؤ اس بات کو مسئلہ بنا دیا ہو نہ۔“ وہ جتنا سوچتی غلطی میاں جی ہی کی نظر



آئی۔

”دیوٹ سمجھتے ہیں انسان تو سمجھتے ہی نہیں۔“ وہ اندر ہی اندر رکھ رہی تھی۔

ماریہ کا فون آیا تو اسے طبیعت کی خرابی کا پتہ چلا حالانکہ مدیحہ کچھ کہنا نہیں چاہتی تھی پھر بھی وہ آواز سے پہچان گئی آخر عرصے کی دوستی تھی۔ مزاج آشنا تھی وہ دڑی آئی۔

”کب سے طبیعت خراب ہے تمہاری اور تم نے مجھے اطلاع دینے کی بھی زحمت گوارہ نہیں کی“ اس نے پیار سے شکوہ کیا۔ پھر ہنس کر کہنے لگی۔

”ویسے یہ بھی اچھا ہی ہوا اس زمانے میں تم اپنے جسم کو جان کو کچھ آرام تو دے دو گی اور یہ منہ کیوں بھلائے بیٹھی ہو کیا اندیشہ بھائی سے لڑائی ہوئی ہے۔“

”کچھ نہیں بس ایسے ہی“ سدا کا حساس دل ذرا سے ہر دو بول سن کر اپنا ضبط کھولنے لگا اور آنکھوں کے گوشے جھپک گئے۔ یہ بھلا ماریہ سے چھپا رہا تھا وہ پریشان ہو گئی۔

”کیا ہوا مدیحہ پلیز بتاؤ۔“

مدیحہ نے ماریہ کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دیا۔ اس نے ایک اچھی دوست کے ہاتھ بھالتے ہوئے ذہن پر چھائی ہوئی ساری دھندلے منٹوں میں صاف کردی ”ارے یہ بھی کوئی ملال ہے جو دل میں رکھے بیٹھی ہو یہاں لوگوں کے یہی انداز ہیں ذرا سی بات کو پھیلا دس گے اور بڑی سی بات کو قابل غور بھی نہیں سمجھیں گے تم شرط لگاؤ مدیحہ بھائی کسی کے بھول بھال گئے بیٹھی ہو تم نے تو مجھے پریشان کر دیا میں کبھی واقعی کوئی بات ہو گئی خدا نخواستہ۔“ اس کے ہنسنے ہانسنے سے یہ ہوا کہ وہ شام تک اپنی طبیعت پر چھائے اضمحلال کو خود ہی پھنسا ہوا پائے لگی۔

شام کو خود ہی پہلے کی طرح نہادھو کر اور لون کا نیا سوٹ جو کب سے توجہ کا شکر تھا پہن کر میاں کے استقبال کے لیے تیار ہوئی۔ پھر ہوا بھی یہی میاں نے دیکھتے ہی خوشدلی سے کہا۔

”واہ واہ لگتا ہے طبیعت آج بہتر ہے۔ تم نے تو مار بالکل پریشان ہی کر دیا تھا آج تو میں سوچ رہا تھا کہ کسی اچھے فیشن سے تمہارے لیے ٹائم لینا پڑے گا۔“ پھر بہت خوشگوار ماحول میں چائے کی گر خوری ہوئی۔

”پہلو آج تمہاری گرمیوں کی شاپنگ ہو جائے آؤنگ سے طبیعت بھی اچھی ہوتی ہے۔“ وہ نہ نہ کرتی رہی گرمیاں اور بچوں نے مل کر شاپنگ اور اس کے بعد باہر کھانے کا پروگرام بھی سیٹ کر لیا۔

اور پھر ایک اچھی سی شام گزار کر جب وہ گھر واپس آ رہی تھی تو دل ہی دل میں ماریہ کو دعائیں دے رہی تھی اسی لیے تو کہا جاتا ہے کہ ایک اچھا دوست نعمت ہے ماریہ واقعی اچھی اور سچی دوست ہے میری“ اس نے دل میں اعتراف کیا۔

دل سے ملال کی گرد اتری تو پھر اسی طرح میدان عمل میں کود پڑی حالانکہ دل ہی دل میں تھی پاراواہ کر چکی تھی کہ اب خود کو اپنے گھر تک محدود رکھے گی۔

”میری پوری توجہ کا خور صرف میرا گھر میرے بچے ہیں ادھر ادھر کے غم مجھے نہیں پالنے ہیں۔“ مگر دوسرے ہی دن خالدہ بولا لائی بولا لائی آئی۔

”کیا ہوا خالدہ خیریت تو ہے۔“

”خیریت کہاں بھائی آپ کو تو معلوم ہی ہے میں نے آج شام قرآن خوانی اور میلاد شریف کا گھر میں اہتمام کیا تھا اب مجھے کیا معلوم تھا کہ ایسا ہو جائے گا۔“

”ہوا کیا کچھ تھا تو“ مدیحہ بھی پریشان ہوئی۔

”صبح ہی صبح (خالدہ کی ساس) کی شوگر ڈاؤن ہو گئی ان کی تو حالت ہی خراب ہو گئی ابھی بھی اسپتال میں ہیں شکر ہے بہتر ہیں اب میں کیا کروں۔ گھر واپس ہی پھیلا ہوا ہے۔ کھانا تو باہر سے ہی پک کر آئے گا مگر اور ڈھیروں انتظامات ہوتے ہیں میں کیا کروں کیا نہ کروں“ وہ بہت پریشان تھیں۔

”کوئی بات نہیں تم پریشان مت ہو اگر اماں کی طبیعت زیادہ خراب ہے تو آج ملتوی کر دو۔“ ”نہیں بھائی یہ مشکل ہے ان کے دفتر کے

دوستوں کی بیویاں اور محلے کی خواتین کے ساتھ ساتھ عزیزوں کو بھی بلایا ہے اب منع کرنا آسان نہیں ہے اور کیسے کروں یہ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا میرے تو ہاتھ پاؤں پھول رہے ہیں۔“

”کوئی مسئلہ نہیں تم اماں کو دیکھو میں گھر کو دیکھتی ہوں مدیحہ نے فوراً ہی اپنا انتظام کار کا رول سنبھال لیا یہی تو بات تھی اس میں کسی کو اصرار نہیں کرنا پڑتا تھا اور کام بھی وہ ایسے سنبھالتی اور کرتی تھی جیسے کہ خود اس کا کام ہونا لے والی عادت تھی ہی نہیں۔

پھر سب کچھ اتنی خوش اسلوبی سے ہوا کہ خود خالدہ بھی شاید نہ کہتی۔

محلے والوں کے ساتھ ساتھ خالدہ کے عزیزوں نے جلنے والوں سب نے تعریف کی کہ اتنا بہترین انتظام ہر ایک آنے والے کی خاطر داری بہت طریقے سلیقے اور منتظم انداز میں اس حد ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ جو اس طرح کی محافل کا حق ہے اور مدیحہ نے ثواب کے ساتھ ساتھ ڈھیروں تعریفوں کے ساتھ وہ انرجی بھی پائی جو کہ اس کی تھکاوٹ کو مل بھر میں دور رکھ دیتی تھی۔

وہ ٹھیک ٹھاک ہوئی تو آیا اور آپنی کے کاموں کا سلسلہ بھی ویسے ہی غیر محسوس طریقے سے بحال ہو گیا۔

سب کچھ ایسے ہی چلا رہا اور شاید چلا رہا کہ ایک دن اچانک ہی مدیحہ نے کنیڈا شفٹ ہونے کا فیصلہ کر لیا۔

”میں وہاں بہتر مواقع دیکھ رہا ہوں پھر بچوں کی تعلیم بھی بہتر ہو جائے گی۔“

وہ کچھ دیر تو جیسے سناٹے میں ہی رہ گئی کچھ بول ہی نہیں سکی پھر کچھ کہنا چاہا تو وہ سننے پر ہی تیار نہیں ہوئے۔

”میں فیصلہ کر چکا ہوں اور سمجھو کافی تیاریاں کر چکا ہوں اور پھر تمہیں مسئلہ کیا ہے۔“

یعنی انہوں نے فیصلے کا اعلان کیا تھا مشورہ نہیں مانگا تھا مدیحہ حیران رہ گئی وہ کیا کہے جب وہ سناتی نہیں چاہتے مگر خود دل دماغ جیسے بالکل راضی نہیں تھے۔

”یوں سب اپنیوں کو چھوڑ کر وہاں چلے جانا۔ یہاں ہمیں یہیں‘ رشتہ داریاں تھیں۔ دوستیاں محلہ داریاں تھیں اور یوں اچانک سب کچھ چھوڑ کر وہ اپنی کیفیت سمجھ ہی نہیں پاری تھی بچے البتہ بہت خوش تھے۔

مدیحہ نے یہ مسئلہ فوراً ہی ہمنوں اور دوستوں سے شیئر کیا اور ان لوگوں کے رپاس نے اسے جیسے سب سے مددگار سا کر دیا سب ہی خبر سن کر خوش ہوئے۔ ”اچھا ہے مدیحہ تمہارے بچوں کی اچھی تعلیم کے لیے تو یہ بہت اچھا ہے۔“ تپانے کہا۔

”بہت اچھا ہے مدیحہ تم یہاں کی گھنٹی ہوئی فضا سے باہر نکلو گی۔ یہاں ہے ہی کیا ہر طرف قتل و غارت گری۔ لاقانونیت“ آپنی نے کہا۔

اور تو اور ماریہ بھی بہت خوش ہوئی۔ ”واؤ مدیحہ نیا گھر قال دیکھنا یاد دیکھنے کی جگہ ہے مزے کرنا۔“ خالدہ کو بھی خبر ہو گئی۔ ”ارے۔۔۔ بھائی آپ لوگ کنیڈا جا رہے ہیں۔ بڑی خوش قسمت ہیں آپ۔“ مدیحہ خوش تھیں بچے بہت ہی خوش۔

”بس اواس بھی تو وہ بار بار اپنے گھر کو حسرت سے دیکھتی تھی اسے تو اپنے گھر کے درو دیوار سے بھی بہت محبت تھی ایک ایک چیز کس محبت سے خریدی تھی کتنے پیار سے سجائی تھی۔ وہ سمجھ ہی نہیں پاری تھی آخر لوگ کیوں خوش ہیں۔

کبھی کبھی وہ یونسی سوچنے لگتی شاید میں ہی سب سے محبت کرتی ہوں اور سب لوگ بھی میری ہی طرح مجھے چاہتے تو کتنا خوش نہیں ہوتے۔

اتنی ڈیپریس سوچ کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس کا بی بی ایک مرتبہ پھر شوٹ کر گیا میاں ایک دم گھبرا گئے ایک تو وہ ویسے ہی جانے کے سلسلے میں بھاگ دوڑ میں لگے ہوئے تھے اس ریوی کی یہ حالت کچھ سوچا سمجھا نہیں اور غصہ کرنے لگے۔

”یہ تم ہر وقت پتہ نہیں کن الٹی سیدھی سوچوں میں الجھی رہتی ہو ایک تو سارے جہاں کا درد تمہارے جگر میں رہتا ہے۔ اب خدا جانے کس کی تکلیف پر خود



کو تکلیف دے رہی ہو کچھ معلوم بھی تو ہو۔“

اسے میاں کی بات نے اور سچ پہنچایا۔

”بلاوجہ کا الزام ہے اگر واقعی میں نے کچھ درد مندی دکھائی ہوئی اور محبتیں باغی ہوئیں تو لوگ یوں میرے جانے سے خوش ہوتے۔ میں ہی بس بے وقوف ہوں۔“ وہ کبھی اس طرح خود ترسی میں مبتلا نہیں ہوتی تھی مگر اب ہونے لگی۔

سچ کہتے ہیں لوگ دنیا میں سب ایک ہی جگہ کھڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ لوگ فرق جانتے ہی نہیں چاہے کوئی کتنا ہی پر غلوں ہو چاہے اپنی جان دے دے مگر قدر نہیں ہوتی سگی بہنیں تک تو احساس نہیں کرتیں۔ دکھ سا دکھ تھا اسے ’رویوں کی خوب صورتی اور بد صورتی کا کیا رنگ دکھاتی ہے یہ تو زندگی میں لمحہ لمحہ دکھنا جاسکتا ہے مگر جو حساس ہو وہ ذرا ذرا سی بات محسوس کرتا ہے اور جو حساس ہونے کے ساتھ ساتھ مدیحہ کی طرح پر غلوں بھی ہو تو اس کی سوچوں میں بدگمانی بھی کبھی یونہی نہ گھومنے لگتی ہے۔ مدیحہ سب کے کام آنے والی تھی وہ اسے دور سے سنے جس طرح بھی ممکن ہو مگر وہ فرشتے تو نہیں تھی کہ جسے۔

نہ ستائش کی تمنائیں نہ صلے کی پرواہ

ہر انسان ہونے کے ناتے کچھ نہ کچھ صلے کی تمنائی تو نہ چاہتے ہوئے بھی رہتی ہی تھی۔ غلوں کا بدلہ غلوں ’چاہت کا مہل چاہت اور لوگوں کے کام آنے کا صلہ ایک بر تشکر مسکراہٹ اک قدر کا احساس۔ اس کی تمنائیں کچھ ایسی غلط بھی نہیں تھی۔

ہمارے ارد گرد بہت کم لوگ مدیحہ کی طرح ہوتے ہیں جو لوگوں کے کام آنا چاہتے ہیں اور محبت ہی محبت ماننا چاہتے ہیں۔ اس حرص و حوس کی دنیا میں ایسے لوگ کیسا بے تمنا ہیں پھر اتنے غلوں و محبت کا جواب قدر کی نگاہ کچھ ایسی غلط تو نہیں ہر کیف وہ انجھی ہوئی تھی میاں کے سخت لہجے نے اس کے نازک دل کو اور ضرب پہنچائی اور اس کی یکایک طبیعت بہت خراب ہو گئی۔

سب ہی جمع ہو گئے۔ بہنیں دوڑی آئیں دوست

اور محلے دار سب ہی پریشان تھے۔ مدیحہ کے لیے سب دعا میں مانگ رہے تھے گھر میں بھی کافی لوگ تھے اور اسپتال میں بھی آنا بندھا ہوا تھا۔ وہ دو چار دن سب کے لیے بار تھے۔ مدیحہ کی طبیعت سنبھل نہیں رہی تھی۔ لوگوں کا یوں بیتاب ہو ہو کر پوچھتا میاں کو بھی احساس دلانے لگا کہ ان کا شکوہ مدیحہ سے بے بنیاد تھا اگر مدیحہ نے غلوں کا پانا تو اب اس کی بیماری میں لوگوں کا رویہ بھی ویسا ہی پر غلوں تھا اس نے لوگوں سے محبتیں کیوں تو اب چہرہ اس کی محبت کی تصویر بن گیا تھا مدیحہ کی برسوں کی ریاضت کا ہی نتیجہ تھا۔

وہ گھر آگئی تھی اب اس کی طبیعت کافی بہتر تھی مگر کوئی اسے بستر سے اٹھنے ہی نہیں دے رہا تھا۔ آپا اور آبی نے چھٹی لے لی تھی۔ فصیحہ سعودی عرب سے آچلی تھی اور فارحہ کنیڈا سے دونوں بہنیں امیر جنسی میں آئی تھیں۔ اسی لیے سسرالی جھنجھٹوں کو بھلائے روزانہ چکر لگاتی تھی۔

بہنوں کی موجودگی کے باوجود بارے تو خیر دوست تھی اور وہ بھی پرانی مگر خالہ بھی مسلسل کچھ نہ کچھ کرنے کے چکر میں لگی رہتی وہ بار بار کہتی۔

”میں بڑی ہوں مجھ پر حق سب سے زیادہ ہے مدیحہ بھابھی کا اور میں کچھ بھی کروں بھلا حق ادا کر سکتی ہوں ان کی محبت کا۔“

ندیم اور نیچے زندگی میں پہلی مرتبہ قائل ہو رہے تھے کہ محبت رائیگاں نہیں جاتی۔ غلوں کا صلہ ملتا ہے بس کوئی آئینے میں دیکھتا ہے کوئی آئینے میں خود مدیحہ بھی اپنی بڑھوہ سوچوں پر نادم تھی وہ بلاوجہ سب سے بدگمان ہوئی اس کی محبت سے پوئی ہوئی کیاری خوش رنگ پھولوں سے بھری ہوئی تھی جس کی سمور کن مہک ارد گرد لوگوں کو احساس دلا رہی تھی کہ بلاوجہ وقت کو الزام دینا اور دنیا سے شاکی رہنا ٹھیک نہیں جو بووے وہی کالوگے۔



شعلہ محمود



### حدیث مبارکہ

حضرت ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

”اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ جس شخص نے دن میں کوئی گناہ کیا ہے۔ وہ رات میں اللہ کی طرف پلٹ آئے اور دن میں اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ اگر کسی نے رات کو کوئی گناہ کیا ہو تو وہ دن میں اپنے رب کی طرف لوٹ آئے۔ اللہ کا یہ معمول اس وقت تک جاری رہے گا جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔“ (یعنی قیامت کی گھڑی آنے تک)

سردہ سحر عمران کراچی

### تین مقامات

حضرت حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے جہنم کو یاد کیا تو وہ رو پڑیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اے عائشہ تمہیں کیا ہوا؟“

عرض کیا ”یا رسول اللہ جہنم یاد آگئی اس وجہ سے رو پڑی ہوں کیا آپ اپنے اہل کو قیامت کے دن یاد فرمائیں گے؟“ تو آپ نے فرمایا۔

”تم جگہیں ایسی ہوں گی جہاں کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا۔ میزان کے وقت یہاں تک کہ وہ جان لے اس کا پلڑا لٹکا دیا ورنہ۔“

اعمال نامہ کے حوالے کرنے کے وقت جس وقت کہ کہا جائے گا ”اے اعمال نامہ بڑھ لو یہاں تک کہ وہ جان لے کہ اس کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ملتا ہے یا پشت کے پیچھے سے ملتا ہے۔“

مل صراط کے (قائم ہونے) کے وقت جس وقت کہ اس کو جہنم کی پشت پر رکھا جائے گا اور اس کے دونوں جانب بہت سے لوہے کے کندے اور کانٹے ہوں گے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے اپنی مخلوق میں سے جسے چاہیں گے قید کر لیں گے یہاں تک کہ آدمی کو علم ہو جائے گا کہ کیا وہ نجات یافتہ لوگوں میں سے ہے یا نہیں۔“ شیعہ حسام۔ سلاطوالی

### اقوال دانش

☆ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ جو شخص آپ کی چھوٹی چھوٹی بے اعتنائیوں اور نا انصافیوں پر خاموش رہتا ہے وہ یہ باتیں محسوس نہیں کرتا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہی یہ باتیں سب سے زیادہ محسوس کرتا ہے۔

☆ کبھی کبھی اپنوں کا غلوں بھی تو انسان کو لادتا ہے ایسا اس وقت ہوتا ہے جب اپنے پہلے و رو دیتے ہیں پھر دوسرے پر مرم لگاتے ہیں۔

☆ قدرت نے ہر چیز میں گنجائش رکھی ہے کسی کے ہونے یا نہ ہونے سے ہمیں صرف وقتی فرق ہوتا ہے ہمیشہ کی کمی نہیں ہوتی بلا آخر کچھ عرصہ بعد ہمیں مصروف ہو جانا ہوتا ہے اگرچہ سانس لینے کا انداز بیکر بدل چکا ہو مگر زندگی تو بہر حال گزارنا ہی پڑتی ہے۔

☆ رشتے کس قدر ضروری ہیں انسان سوچتا ہے کہ دنیا میں جینے کے لیے اسے رشتوں ’باتوں کا سہارا چاہیے اس کے بغیر وہ اپنی بقا کے جنگ نہیں لڑ سکتا مگر وہ نہیں جانتا کبھی کبھی یہ رشتے کیسے اپنا علوی بنا کر سارے کی بیساکھی چھین لیتے ہیں اور منہ کے بل گرا دیتے ہیں۔ رشتے جلتی ہوئی لکڑی کی طرح جوتے ہیں دور ہوں تو سلگ سلگ کر حوالا دیتے رہتے ہیں قریب